دہلیز ۳

میرے والد کبھی نہیں گئے

کچھ لوگ ہوتے ہیں جو ایک کمرہ چھوڑ جاتے ہیں۔

اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جو ایک سمت چھوڑ جاتے ہیں۔

پہلے غائب ہو جاتے ہیں۔

دوسرے باقی رہتے ہیں۔

کئی برس تک میں سمجھتا رہا کہ وراثت مال، جائیداد اور ان چیزوں کا معاملہ ہے جو رکھی یا آگے دی جاتی ہیں۔ وقت کے ساتھ میں سمجھا کہ اصل وراثت دیکھنا کہیں زیادہ مشکل ہے۔

وہ الماریوں میں نہیں ملتی۔

وہ درازوں میں نہیں ملتی۔

وہ کاغذات میں نہیں ملتی۔

وہ رویوں میں رہتی ہے۔

میرے والد نے مجھے کوئی نسخے نہیں دیے۔

انہوں نے مجھے کوئی ہدایت نامہ نہیں تھمایا۔

انہوں نے میرے لیے زندگی کا کوئی تفصیلی نقشہ تیار نہیں کیا۔

انہوں نے مجھے وہ چیز دی جسے سمجھانا کہیں مشکل ہے۔

دنیا میں ہونے کا ایک طریقہ۔

جوانی میں مجھے یہ نظر نہیں آیا۔

بچے اپنے باپ کو شاذ و نادر ہی صاف دیکھتے ہیں۔

وہ انہیں دی ہوئی چیز سمجھ لیتے ہیں۔

وہ انہیں ایک مستقل موجودگی سمجھتے ہیں، تقریباً قدرت کا کوئی قانون۔

سمندر کی طرح۔

آسمان کی طرح۔

موسموں کے بدلنے کی طرح۔

وہ انہیں دیکھتے ہیں مگر پڑھتے نہیں۔

وہ انہیں سنتے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔

وہ ان کی نقل کرتے ہیں مگر جانتے نہیں۔

پھر ایک عمر آتی ہے جس میں سب کچھ بدل جاتا ہے۔

برسوں پہلے کہے گئے لفظ لوٹ آتے ہیں۔

اشاروں کے معنی بدل جاتے ہیں۔

خاموشیوں تک کو ایک نئی آواز مل جاتی ہے۔

تب ہی ہم ان لوگوں کو واقعی جاننا شروع کرتے ہیں جو ہم سے پہلے آئے۔

میرے والد نے مجھے ذمہ داری کی قدر سمجھائی نہیں۔

انہوں نے اس پر عمل کیا۔

اور یہ فرق بہت بڑا ہے۔

لوگوں کو جو سکھایا جائے اس کا کم یاد رہتا ہے۔

جو جیا جائے اس کا بہت یاد رہتا ہے۔

جب ایک آدمی کوئی مشکل وعدہ نبھاتا ہے تو کوئی دیکھ رہا ہوتا ہے۔

جب وہ کسی شکست کا سامنا کسی کو مورد الزام ٹھہرائے بغیر کرتا ہے تو کوئی دیکھ رہا ہوتا ہے۔

جب وہ داد کے بغیر بھی اپنا فرض نبھاتا رہتا ہے تو کوئی دیکھ رہا ہوتا ہے۔

اکثر وہ کوئی ایک بیٹا ہوتا ہے۔

تب بھی جب وہ بے دھیان لگتا ہو۔

تب بھی جب وہ دور لگتا ہو۔

تب بھی جب وہ ناسمجھ لگتا ہو۔

وہ دیکھتا ہے۔

اور سنبھال لیتا ہے۔

میں نے اپنی بالغ زندگی میں جو فیصلے کیے، ان میں سے کئی کی جڑیں بہت زیادہ دور کے برسوں تک جاتی ہیں۔

وہ کتابوں میں پیدا نہیں ہوئے۔

وہ کمپنیوں میں پیدا نہیں ہوئے۔

وہ تربیتی کورسوں میں پیدا نہیں ہوئے۔

وہ ایک گھر میں پیدا ہوئے۔

ایک خاندان میں۔

رویوں کے ایک مجموعے میں جو اس وقت عام لگتا تھا اور جسے آج میں غیر معمولی سمجھتا ہوں۔

مجھے ایک بات یاد ہے جو وقت نے مجھے سکھائی۔

ہر بیٹا، دیر سویر، دریافت کرتا ہے کہ وہ اپنے باپ سے ایسے طریقوں میں مشابہ ہے جن کا اسے اندازہ نہ تھا۔

یہ اچانک ہوتا ہے۔

کسی گفتگو کے دوران۔

کسی مسئلے کا سامنا کرتے ہوئے۔

کوئی جملہ بولتے ہوئے۔

کوئی فیصلہ کرتے ہوئے۔

یکایک وہ کوئی چیز پہچان لیتا ہے۔

ایک تاثر۔

ایک انداز۔

ایک ردعمل۔

اور وہ سمجھ جاتا ہے کہ کچھ موجودگیاں کبھی واقعی نہیں جاتیں۔

وہ شکل بدل لیتی ہیں۔

بس اتنا ہی۔

برسوں میں مختلف ملکوں سے گزرا۔

مختلف ثقافتوں سے۔

مختلف زبانوں سے۔

میں نے دنیا کے ہر حصے کے لوگوں کے ساتھ کام کیا۔

اور پھر بھی مجھ پر ایک حیران کن بات کھلی۔

ہر جگہ وہی تڑپ ہے۔

ہر جگہ ان کے لیے وہی احترام ہے جو ہم سے پہلے آئے۔

ہر جگہ یہ خواہش ہے کہ اس شخص کے شایانِ شان جیا جائے جو ہمارے لیے کوئی مثال چھوڑ گیا۔

لفظ بدلتے ہیں۔

نام بدلتے ہیں۔

جغرافیہ بدلتا ہے۔

لیکن احساس وہی رہتا ہے۔

کیونکہ ہر انسان کسی اور کے ذریعے دنیا میں آتا ہے۔

کوئی صفر سے شروع نہیں کرتا۔

ہم سب کسی چیز کا تسلسل ہیں۔

کسی کہانی کا۔

کسی خاندان کا۔

کسی ایسے فیصلے کا جو ہماری پیدائش سے بہت پہلے کیا گیا۔

وقت کے ساتھ میں نے کسی شخص کو اس سے ناپنا چھوڑ دیا جو اس کے پاس ہے۔

میں اسے اس سے ناپتا ہوں جو وہ چھوڑ جاتا ہے۔

اور جو وہ چھوڑ جاتا ہے وہ تقریباً کبھی اس سے نہیں ملتا جو چھوڑنے کا اس نے سوچا تھا۔

ایک باپ سمجھتا ہے کہ وہ ایک کیریئر بنا رہا ہے۔

لیکن شاید وہ ایک اصول چھوڑ جاتا ہے۔

وہ سمجھتا ہے کہ وہ تحفظ چھوڑ رہا ہے۔

لیکن شاید وہ ہمت چھوڑ جاتا ہے۔

وہ سمجھتا ہے کہ وہ جواب چھوڑ رہا ہے۔

لیکن شاید وہ انہیں تلاش کرنے کا طریقہ چھوڑ جاتا ہے۔

یہی وراثت کا غیر مرئی حصہ ہے۔

سب سے اہم۔

سب سے دیرپا۔

وہ جو اس وقت بھی زندہ رہتا ہے جب باقی سب گھس چکا ہو۔

بہت سے لوگ بھلا دیے جانے سے ڈرتے ہیں۔

یہ ایک پرانا خوف ہے۔

گہرا انسانی۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ باقی رہنے کی ایک اور صورت بھی ہے۔

مجسموں والی نہیں۔

تصویروں والی نہیں۔

یادگاروں والی نہیں۔

اصل بقا نتائج میں رہتی ہے۔

اس بھلائی میں جو جاری رہتی ہے۔

اس وقار میں جس کی نقل کی جاتی ہے۔

اس ذمہ داری میں جو ہاتھ سے ہاتھ منتقل ہوتی ہے۔

اس کردار میں جو مزید کردار پیدا کرتا ہے۔

میرے والد وہیں زندہ رہتے ہیں۔

نتائج میں۔

یاد کے طور پر نہیں۔

موجودگی کے طور پر۔

کبھی کبھی، مشکل دنوں میں، میں خود کو سوچتے ہوئے پاتا ہوں کہ کون سا فیصلہ کروں۔

کون سا راستہ لوں۔

کون سا بوجھ قبول کروں۔

کون سی ذمہ داری اٹھاؤں۔

اور تقریباً ہمیشہ جواب کسی بہت پرانی جگہ سے آتا ہے۔

ایسی جگہ جس کا کوئی پتہ نہیں۔

ایسی جگہ جس کا کوئی جغرافیہ نہیں۔

ایسی جگہ جو یاد اور شکرگزاری سے بنی ہے۔

مجھے کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔

مجھے کوئی چہرہ دکھائی نہیں دیتا۔

لیکن میں ایک سمت پہچان لیتا ہوں۔

اور یہی کافی ہے۔

کیونکہ آخر میں یہ بات سچ نہیں کہ کچھ لوگ چلے جاتے ہیں۔

وہ بس ہمارے آگے چلنا چھوڑ دیتے ہیں۔

وہ ہمارے اندر چلنا شروع کر دیتے ہیں۔

اسی لیے میں یہ نہیں کہتا کہ میرے والد چلے گئے۔

میں کہتا ہوں کہ وہ سفر کسی اور طرح جاری رکھے ہوئے ہیں۔

میرے فیصلوں میں۔

میرے لفظوں میں۔

میری غلطیوں میں۔

میری ذمہ داریوں میں۔

اس طرح میں جس طرح میں دوسروں سے پیش آتا ہوں۔

اس طرح میں جس طرح میں وعدہ نبھاتا ہوں۔

اس طرح میں جس طرح میں وقت کا سامنا کرتا ہوں۔

اور جب تک اس سب میں سے کچھ زندہ رہے گا، ان کا ایک حصہ میرے ساتھ ساتھ چلتا رہے گا۔

خاموشی سے۔

جیسے سچے باپ ہمیشہ کرتے آئے ہیں۔